Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 5 (July-Sep 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Baloch Tribal System and Society in 16th Century

سولھویں صدی میں بلوچ قبائلی نظام و معاشرت

Dr. Shazia Jafar
Assistant Prof, Pakistan Study Center, University of Balochistan, Quetta

Dr. Zahid Hussain Dashti
Lecturer, Department of Balochi, University of Balochistan, Quetta

Durdana
Assistant Professor, (History) Govt. Girls Degree College, Satellite Town, Quetta

Abstract

The Baloch political system was entirely based on tribalism whose internal structure. or the primary organization remained unaltered throughout the ages, save some insignificant variations necessary due to political, military, and social, Economic development tribalism was further cemented with family and clan organization. The cultural space of Sibi obtained renewed dimensions during the 15th century when the famous Baloch Chief Mir Chakar Khan Rind formally regulated the celebrations by enriching its tangible as well as intangible contents. The remnants of his fort, once the citadel of power, and the rich oral tradition, including the classical Balochi literature. Mir Chakar Khan Rind was a political leader and warrior who emerged during the 14th century in Baluchistan, which is now part of Pakistan, Iran, and Afghanistan. This research article highlights important aspects of his political and military career, highlighting his strategic decisions, alliances, and contributions to the history of the region.

Keywords: Mir Chakar Khan Rind,14th century, Rind, Lashar, Balochistan, History, Tribal confederacy, Strategic decisions, Alliances, Complex political landscape, Leadership, Legacy, Resilience.

تعارف

انسان نے اس دنیا میں جب اپنی شعوری زندگی کا آغاز کیا تو معاشرتی زندگی میں چند اصول و ضوابط کے تحت اپنی زندگی کو ڈھالنا اس کی اولین شعوری کوشش تھی۔ شادی، بچے، خاندان او رقبیلہ سب اسی سمت میں تدریجی ارتقاء کے مختلف مراحل سے گزر کر قبیلوں کا وجود عمل میں آتا ہے۔ ایک قبیلے میں 60 سے 70 افراد شامل ہوا کرتے تھے۔ قبیلے میں نظم و ضبط اور اتحاد کے لئے رسم و رواج اور روایات کی بنیاد ڈالی گئی۔ قبیلے کے ہر فرد کے لئے ان کی پابندی لازمی تھی۔ قبیلے کے کسی فرد کو ان سے خلاف ورزی کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ کوئی فرد تنہا زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔ اُسے اپنی حفاظت اور غذا کے حصول کے لئے قبیلے کے ساتھ جڑا رہنا پڑتا تھا۔ اسی دور میں قبیلے کو میر (سردار) کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ اب قبائل خانہ بدوش کی زندگی ترک کر کے بستیوں میں آباد ہو گئے اور کاشت کاری کو بطور پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ ان حالات میں رسم و رواج کی پابندی اور روز مرہ کے جھگڑوں کے لئے کسی میر (سردار) کی ضرورت تھی ابتدائی دور کے یہ میر (سردار) سیاسی طور پر بھی طاقتور تھے اور اُس کے ساتھ ہی مذہبی رسم و رواج کو بھی ادا کرتے تھے۔

جنھوں نے بالآخر حکومت اور ریاست کی شکل اختیار کر لی۔ ریاستوں میں کسی قسم کی حکومتیں یا نظام ہوں یہ آج بھی سیاسی فکر کا دلچسپ ترین موضوع ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ انسانی میں جو اولین حکومتی ڈھانچہ یا تنظیمی وجود قائم ہوا وہ قبائلی نظام تھا۔ میر چاکر کے دور حکومت کے قبائلی نظام قبائلی سرداروں (میروں) کی قوت کا ایک اجتماعی قیادت کے تحت کام کرتی تھی۔ بلوچی لبزانک کے ماہر پروفیسر واجہ بزدار کے خیال کے مطابق میر چاکر رند کا عہد ایک اجتماعی تہذیب اور قبائلی جمہوریت Tribal Democracy پر مشتمل تھا جس کے وجود کا دارومدار چرگاہوں پر تھا۔ (۱)

اس دور کے بلوچ اجتماعی طور پر مہذب طریقے کے مطابق زندگی گزار رہے تھے میر چاکر رند سربراہ ہونے کے باوجود جمہوری قبائلی نظام کے مطابق اپنی مرکزی حکومت کو چلایا تھا۔ جمہوری طرز کے مطابق میر (Main Chief) کا انتخاب ہوتا تھا۔ ان کی خوبیوں، قابلیت اور بہادری کو دیکھا جاتا ہے۔ مورخ قبائلی نظام اور اُس کے (میر) کے اختیارات کے بارے میں لکھتے ہیں:

> The elected chief holds the power of life and death over the whole of the tribe, there is no appeal against his decision. He decides all the disputes of the tribe himself, in inter-tribal disputes justice is speedy and there is no beating about the bush. His decisions have only one Orientation to provide satisfaction to the aggrieved party, the Sardar (Mir) has the power to levy taxes, up to any amount, He can send his tribe hurtling into war or testing it is peace back to their, health, homes and families. (۲)

جان محمد دشتی میر چاکر رند کے دور کے سیاسی ساخت کو اس طرح بیان کرتے ہیں

CC BY

The Baloch political system was entirely based on tribalism whose internal structure. or the primary organization remained unaltered throughout the ages, save some insignificant variations necessary due to political, military, and social, Economic development tribalism was further cemented with family and clan organization. [۳]

بلوچ عربوں کی طرح قبائلی نظام کے قائل ہیں یہ شہری اور قصباتی بھی ہیں اور خانہ بدوش بھی۔ ان کی اپنے قبیلے سے محبت اور شفتگی بے مثل ہے۔ بلوچ قبیلے کے لئے تمن کا لفظ استعمال کرتے ہیں ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا ہے۔ جس کا حکم ماننا ہر فرد کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ ہر معاملے میں خواہ جنگ ہو یا صلح یا کوئی اور معاملہ سردار کا حکم حرف آخر ہوتا ہے۔ جس قبیلے کا سردار نہیں ہوتا اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔[۴]

مذکورہ بالا حوالہ جات اور مختلف مورخین کی رائے کو مد نظر رکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سردار جو مطلق العنان سربراہ ہوتا ہے۔ وہ 19ویں اور 20ویں صدی عیسوی کے پیدا کردہ برطانوی راج کی وہ بندوگ ہے کہ ان خود چلائے بغیر کام پورا ہو جائے۔ یہ یہی سردار ہے جس کے پاس تمام اختیارات جو عام بلوچ عوام کے زندگی کی سیاسی، سماجی اور معاشی سربراہ جسے بنا دیا گیا۔ مگر چاکر رند کا زمانہ اس سے الگ سیاسی اور سماجی معاشرہ تھا۔

The Rind and Lashari hegemony as observed by Jan Mohmmad was the first Baloch principality with a psendo- state machinery reminiscent of similar tribal manarchies in central Asia. [۵]

کسی بھی قوم کی تاریخ میں تشکیل اس وقت ہوتی ہے جب مختلف قبائل کے لوگ مل کر ایک قوم بنتے ہیں پھر یہ قوم سلطنت کی بنیاد ڈالتی ہے۔ اس کا نظم و نسق بناتی ہے اور معاشرے کا ایک ایسا ڈھانچہ بناتی ہے جو سیاسی، معاشی اور سماجی اداروں کو پیدا کرتا ہے۔

بلوچ ادب، شاعری اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ چاکری دور کا قبائلی نظام حیات کی اساس چند رسوم و روایات پر قائم ہے ان روایات میں اخلاص عمل، سخاوت، شجاعت، راست گفتاری، مہمان نوازی، ہمسایہ کے حقوق کی حفاظت، انفرادیت کا تحفظ وغیرہ نمایاں اہمیت رکھتے ہیں۔ بلوچوں کی تاریخی انتقاء سے پتہ چلتا ہے کہ پندرھویں صدی عیسوی تک بلوچوں کے اس قبائلی نظام کے نمایاں بینار رند و لاشار کے نام سے دو وجہ اہمیت اجتماعیہ منسلک تھے اور بلوچوں کے پورے کے پورے چوبیں پاڑے انہی دو جزو میں تقسیم ہو گئے۔ جو بالآخر قبائلی تنظیم کے گل میں آکر ضم ہو جاتے تھے۔[۶]

میر، حکمران یا سردار

1487ء میں بلوچستان کے تمام قبائلی حکومتیں ایک وحدت کی شکل میں متحد ہوئیں جن کا سربراہ میر چاکر رند تھا۔ سیوی (سبی) میر چاکر کا پایہ تخت ٹھہرا۔

بلوچوں کے اتنے بڑے طائفے کے لئے سردار کا نہیں بلکہ "میر" کا لقب استعمال ہوا۔[۷]

مزید مورخ لکھتا ہے کہ بلوچوں میں سردار اور سرداری کا ادارہ البتہ اسی دور کی پیداوار ہے۔[۸]

اس دور کے حکمران "میر" کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ "میر" ہی حکومت کا سربراہ اعلیٰ ہوتا تھا۔ مزید مورخ کے مطابق سردار برطانوی نوآبادیاتی دور میں انہیں کی پیدا کردہ ہے۔ اس سے پہلے بلوچوں میں سردار نہیں بلکہ "میر" ہی حکمران تھے۔ مثال کے طور پر میر شہک، میر چاکر، میر عالی، میر میرو، میر عومر، میر قمبر وغیرہ وغیرہ۔ پندھوریں صدی کے زمانے سے لے کر 19ویں صدی عیوی کے نصف تک بلوچ معاشرے میں سردار لفظ استعمال نہیں ہوا۔ سردار (میر) چونکہ قبیلے کا انتخابی عدالتی اور عسکری سربراہ ہوتا تھا۔ لہذا اس کے جائے مسکن پر افراد قبیلہ کی آمد و رفت ہمیشہ جاری رہتی تھی۔ قبائلی دستور کے مطابق دور دراز سے آئے ہوئے افراد کی رہائش اور خوراک کی ذمہ داری سردار (میر) پر عائد ہوتی تھی۔[۹]

میر چاکر رند اپنی سیاسی معاملات کے ساتھ اپنی سماجی معاملات کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اسی لئے میر چاکر دن کے وقت اپنے امراء و وزراء کے ساتھ دربار منعقد کرتے تھے۔ شام کو سماجی تقریبات اور مردانہ کھیلوں میں گزرتی تھیں۔ میر چاکر اپنے رعایا کی حفاظت کرنا، ان کو انصاف فراہم کرنا، اُس کو بچانے کے لئے اپنی جان کی پروانہ کرنا۔ پندرھویں صدی کے سردار (میر) کی زندگی کے حصہ تھے۔ تاریخ بلوچستان میں مذکورہ بالا صدی میں اس کی کئی مثالیں ملتی ہے۔ میر Chaiften اپنے قوم کی سیاسی، سماجی اور معاشی سربراہ کے ساتھ ساتھ ایک عام شہری کا کردار بھی ادا کرتا تھا۔ رند و لاشار منظم تہذیب و تمدن اور تربیت یافتہ لوگ تھے ایک ہی سردار (میر) کے ماتحت تھے اور بے چوں و چرا اس کی اطاعت کرتے تھے۔ اس سردار میں اس قدر قابلیت اور صلاحیت تھی کہ وہ بہتر خطہ زمین اور زرخیز علاقوں تک ان کی رہنمائی کرتا اور انہیں فتح کر سکتا تھا۔

Baloch culture and language also flourished during this period. Mir Chakar the Chief of Rind Tirbe became successful in conquering part of Punjab and Sind, He also established a Tribal confederation Rind and Lasharis were prominent players in this confederacy. [۱۰]

دیوان یا مجلس شوریٰ

The Baloch had an open society with its unique charactenstic of equality and freedom, which is now deep-rooted. Every Baloch was expected to be on active member of the tribe. He took part in discussion in Diwan which wa open to every one at the house of the Sardar (Mir) or the elder sometime there were separate places, diwanjah, for such getherings , social political and economic problems concerning the tribes were debeted in these assemblies. [۱۱]

بلوچوں میں دیوان کے نام سے طرح طرح کی رسمیں مروج ہیں۔ جب قبیلے کے سردار (میر) کو کسی خاص اقدام کے لئے مشورے کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ عشاء کی نماز کے بعد یا صبح سویرے اپنے ڈیرے پر مجلس شوریٰ کا انعقاد کرتا ہے۔ اس اجتماع کو دیوان کہتے ہیں۔[۱۲]

تاریخ اور ادب سے پتہ چلتا ہے کہ میر چاکر کے دور کے معاملات باقاعدہ مشاورت سے طے ہوتے تھے۔ یعنی میر چاکر اپنی دربار میں اپنے امراء کو ملکی معاملات کے مطابق معلومات فراہم کرتے تھے اور ضرورت کے وقت مشورہ بھی لیتے تھے۔ مورخ لکھتا ہے کہ اس نے تمام رند شرفاء کو مجتمع کیا اور ان کے سامنے خاران اور لسبیلہ کے ہمسایہ علاقوں کو فتح کرنے کے بارے میں اپنی شدید خواہش اور جوش و خروش کا اظہار کیا۔ سب نے صبر و تحمل اور فرمان برداری کے ساتھ اس کی باتوں کو سنا اور اپنے لائق و فائق سردار کی خواہش اور حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا۔[۱۳]

میر چاکر کا دربار

میر چاکر کا دربار شان و شوکت کا دلدادہ تھا۔ تمام امراء کے ساتھ شاندار انداز میں ان کا دربار لگتا تھا۔ وہ دربار اور محفل میں چوغ، دستار اور کمر میں قیمتی شالیں لپیٹ کر بیٹھتے تھے۔ ان کی کمر میں خنجر آویزاں رہتے تھے۔ محفل میں چاروں طرف خوشبو پھیل جاتی تھی۔ ان کی محفلوں میں موسیقی ہوتی تھی۔ ان کے اشعار زیادہ تر بہادری سے متعلق ہوتے تھے۔[۱۴]

CC BY

میر چاکر کی دربار میں ہر فرد کی رسائی ممکن تھی جس کسی کو پناہ چاہئے تھا تو دیا جاتا تھا۔ ہر طریقے سے اس کی حفاظت اور مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ مورخ لکھتا ہے کہ ہر فریادی اور مظلوم کو پناہ دے دیتے تھے مگر زنا کے مجرم کو باہوٹ (پناہ دینا) بنانے سے صاف انکار کر دیتے۔ یہ میر چاکر رند کی دور کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ کہ اُس دور میں اُن کے دربار میں ہر امیر اور غریب، مسکین اور بیوہ کی فریاد کو سنا جاتا تھا۔ اور نہ صرف سنا جاتا بلکہ اُس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیا جاتا تھا اور اُس فریادی کو مکمل تحفظ دینے کے لئے سر اور جان کی بازی لگائی جاتی تھی۔ میر چاکر رند اپنے عوام کی ہر طرح سے خدمت کرتے تھے۔ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتوں کو حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

سبی بحیثیت مرکز اور فتوحات

میر شہک رند کی زندگی میں جب میر چاکر سربراہ قوم ہوئے تو انہوں نے اہم فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ انہوں نے بلوچوں کو ایک مرکز کے تحت جمع کیا۔ اور کئی سالوں تک ایسی سرزمین میں خوشحال اور فارغ البال زندگی گزاری۔ میر چاکر نے اپنی قابلیت، شجاعت اور جنگجوئی کے ساتھ مختلف علاقوں میں فتوحات کر کے تاریخ میں اپنے نام کو زندہ رکھا۔ سیوی (سبی) کو مجموعی اعتبار سے بھی بلوچوں کا سیاسی مرکز ہونے کی حیثیت حاصل ہے چونکہ میر چاکر کو بلوچوں کی رسمی مرکزی قیادت حاصل تھی اس لئے سبی کو گویا اس وقت بلوچ مرکزیت کا اعزاز حاصل تھا۔ اس لئے بلوچوں کے وسیع تر قومی اجتماعات یا تقاریب سیوی میں ہی منعقد کئے تھے۔ تخت نشینی ہونے کے فوراً بعد میر چاکر نے فوری طور پر عظیم مہمات کا سلسلہ شروع کر کے اور فتوحات سے معمور زندگی کا آغاز کیا۔ وہ سیماب فطرت اور شجاع طبع ہونے کی بنا پر یقیناً ایک جری اور بہادر شخص تھا۔

میر چاکر کی فتوحات کے حوالے سے مورخ لکھتا ہے:

> پندرھویں صدی عیسوی میں بلوچوں کے دو قبیلے رند و لاشار وسطی بلوچستان کی طرف بڑھے۔ آخر میر چاکر کے عہد میں سارا بلوچستان بلوچوں کے قبضے میں آگیا۔ انہوں نے خضدار، درہ مولہ، گنداواہ، کچھی کے میدان درہ بولان، ڈھاڈر اور سبی پر بھی قبضہ کر لی۔ (۱۵)

مورخ لکھتا ہے:

> تاریخ میں پہلا معمار قوم چاکر خان بلوچ تھا جس نے بہت قلیل عرصہ کے لئے قائم رہنے والے اتحاد کی صورت میں بلوچ ریاست قائم کی۔ یہ ریاست مکران کے ساحل سے کوئٹہ کے جنوب میں واقع مری قبائل تک کے علاقے پر محیط تھی۔ (۱۶)

- As a result of migration, the huge bulk of the Baloch population reached the plains of Sibi, and Baloch on reaching these plains established a confederacy commonly known as the Rind confederacy, 1485 with its capital at Sibi, by them the Baloch were spread over an area comprising of Kirman and Seistan on the west and Makran plateau up to the bank of Indus River in the east. Now by 1487, its epicenter had shifted from Bumpur and Kech to Sibi, There the Baloch entrenched themselves well into that confederacy. This Rind confederacy lasted till 1512. (۱۷)
- In 1487 Mir Chakar annexed Kharan, Kalat, and Lasbela to his domain, His military victory over the tribes of Kalat resulted in a unified Baloch state with its capital at Sivi (Sibi) in about 1487 A.D-(۱۸)
- The town of Sibi took its place as the most cultural and commercial town in the whole of Balochistan under the Baloch Ameerate. It remained the most celebrated capital of Chakar who maintained his imperial court with Barbaric and luxurious pageantry patent to medieval glamour. The capital of Rind acted as the eye of Balochistan and the mother of gay societies and songsters. The past traditions speak of Sibi as the most high and palmy city of Balochistan, housing a population of one hundred thousand souls in Sibi, Flocked, poet and beaux esprits of Maakuran Sind and songstresses of persian Balochistan.(۱۹)

جب میر چاکر سردار ہوا تو بلوچوں کی ترک و تاز اور جدید اراضیات کے حصول کی جدوجہد تیز ہوگئی اور جلد ہی بلوچوں نے قلات، مکران، شال، جھالاوان، سراوان، لسبیلہ، گنداواہ، خاران کے ہندوستانی نژاد قبائل کو زیر کر کے پورے موجودہ پاکستانی بلوچستان پر بلوچ اقتدار مسلط کر دیا اور 1486ء میں سبی کے مرکزی شہر کو فتح کر لیا۔ (۲۰)

محمد سردار خان بلوچ نے رند عہد کے اس دار الحکومت کا نقشہ بڑے خوبصورت الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

> "بلوچ حکومت کے تخت سبی پورے بلوچستان کا سب سے زیادہ ممتدن اور تجارتی مراکز بن کر سامنے آیا۔ یہ چاکر رند کا مشہور دار الحکومت رہا۔ جہاں قرون وسطیٰ کی دلفریبیوں کا عین مطابق اس کا وحشیانہ اور پر تکلف رنگینیوں سے بھرپور شاہی دربار قائم تھا۔ رندوں کا دار الحکومت بلوچستان کی مدھ بھری آنکھ تھا۔ اور زندہ دل معاشرے و چنچل مطربوں کا گہوارہ تھا۔ ماضی کی روایات سبی کو بلوچستان کا ایک عظیم اور خوشحال شہر ثابت کرتی ہیں۔"(۲۱)

Mir Chakar 1457-1555 A.D ascended the throne at Sibi (۲۲)

رند و لاشار قبائل نے رفتہ رفتہ کچھی اور سبی کے تمام علاقہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ میر چاکر نے سبی اور میر گواہرام نے گنداوہ کو اپنا قبائلی صدر مقام بنالیا۔ (۲۳)

کچھی اور سبی پر بلوچ اقتدار لگ بھگ 25 برس تک قائم رہا۔ (۲۴)

"تاریخ بلوچستان شخصیات کے آئینے میں" کے مورخ لکھتے ہیں کہ چاکر خان کا دار الحکومت سبی بھی تہذیب و تمدن کا ایک ایسا گہوارہ بن چکا تھا جسے بلوچ مرکزیت کا اعزاز حاصل تھا۔ (۲۵)

میر چاکر نے خاران، قلات اور لسبیلہ کو اپنی ریاست میں شامل کر لیا۔ قلات کے قبیلوں پر اس کی فوجی فتح کے باعث 1487ء کے لگ بھگ ایک متحدہ بلوچ ریاست قائم ہوگئی جس کا دار الحکومت سیوی (سبی) تھا۔

اکثر بلوچ مصنفین چاکر خان رن کے دور حکومت کو بلوچوں کا سنہرا دور اور اسے عظیم بلوچ سمجھتے ہیں۔ (۲۶)

اس نے خضدار فتح کیا۔ درہ مولہ پہ قبضہ کیا۔ کچھی کے میدانوں کو فتح کیا۔ درہ بولان پر قبضہ کیا۔ اور ڈھاڈر پر قبضہ کرنے کے بعد سبی کو فتح کیا۔ (۲۷)

پندرھویں صدی عیسوی میں بلوچوں کے دو قبیلے رند و لاشاری وسطی بلوچستان کی طرف بڑھے۔ آخر میر چاکر خان رند کے عہد میں سارا بلوچستان بلوچوں کے زیر نگین آگیا۔ میر چاکر رند کی فتوحات میں قبیلے پر قبیلے اس کی طاقت اور غیظ و غضب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہے۔ فتح و نصرت کے نشہ سے سرشار ہو کر وہ اپنے مرکز کی طرف لوٹ آیا۔ ابھی تک اس کے جنگجوؤں نے

اس فہم کے بعد دم بھی نہیں لیا تھا کہ اس نے لسبیلہ پر فیصلہ کن حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کیا اور پھر فوراً تلواروں، ڈھالوں اور گھوڑوں کی صفیں آراستہ ہوئیں کہ چند ہی دنوں میں اس نے اپنی فتوحات کے ابواب میں ایک سنہری باب کا اضافہ کر کے لسبیلہ کو بھی ایک معمولی مقابلہ کے بعد اپنی فتوحات میں شامل کر لیا۔

ساحل کے کئی قبائل نے جو لسبیلہ کے ناگہانی سقوط سے سہمے ہوئے تھے۔ اس کی فوجوں کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ مورخ لکھتا ہے کہ اس طرح چند ہی ہفتوں میں خاران اور لسبیلہ کے تمام علاقے اس رند عقاب کے زیر تسلط آ گئے۔ (۲۸)

> At the end of 15th century the confederacy had firm control in Kharan, Lesbela, Sibi and Kachhi under the dynamic leadeship of Chakar Khan. (۲۹)

یہاں مختلف مورخین کی آراء کو مد نظر رکھ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رند و لاشار بلوچوں کی حکومت تقریباً پورے بلوچستان میں قائم تھی۔ ان کی حکومت بڑی شان و شوکت والی حکومت تھی ان کا قبائلی نظام حکومت تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ جہاں بلوچوں اور بلوچستان کے عوام خوشحال اور فارغ الحبال تھے۔ میر چاکر رند کا مرکزی شہر سبی تھا۔ سبی اور کچھی مرکز پر تقریباً 25 برسوں تک ان بلوچوں کی شاندار حکومت قائم رہی۔ ان حکمرانوں نے وقت اور حالات کے مطابق اپنی فتوحات میں اضافہ کرتے رہے تھے۔

میر گواہرام لاشاری کی بغاوت اور علیحدہ حکومت

ہمیشہ سے بلوچوں میں کئی قبائل کے میر ایک چیف Cheif میر کے ماتحت ہوتے تھے۔ جس طرح میر جلال خان، میر رند، میر شہداد، میر شہک کے ماتحت بلوچوں کی قبائلی حکومت قائم رہی۔ میر گواہرام لاشاری لاشار قبیلے کے میر نودبندغ لاشاری کے بیٹے تھے۔ تاریخ اور بلوچی ادب نے انہیں زرزوال (پیسہ لٹانے والا) کا لقب دیا ہے۔ (۳۰)

جو میر چاکر رند کا قریبی دوست، مددگار اور خیر خواہ تھا۔ جب لاشاری قبیلے کا سردار (میر) میر گواہرام لاشاری بنا اور تمام بلوچوں کا چیف میر میر چاکر بنا۔ تو میر گواہرام نے بغاوت کر کے اپنی علیحدہ حکومت کا اعلان کیا۔

مورخ لکھتا ہے کہ:

> "سبی کی فتح کے فوراً بعد ہی میر گواہرام لاشاری مشرقی بلوچستان کی طرف بڑھا اور گنداواہ کے علاقوں پر قابض ہو گیا۔ اس طرح رند اور لاشار جو غالباً اب تک مشترکہ سکونت اور فتوحات کے مالک تھے۔ علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے علاقوں میں پھلنے پھولنے لگے۔ میر چاکر اور میر گواہرام دونوں بہادر انسان تھے"۔ (۳۱)

> "جب تک میر شہک رند بلوچ حیات تھے رند و لاشاریوں کے تعلقات بالکل خوشگوار اور برادرانہ تھے اُن کے انتقال کے بعد دونوں کے تعلقات خراب ہوتے گئے۔ (۳۲)

> "گنداواہ کو اپنا دارالحکومت بنا کر میر گواہرام نے اپنی سربراہ بن کر اپنی علیحدہ حکومت کا اعلان کیا۔ اس کے باوجود میر چاکر رند کی ہر ممکن کوشش ہوتی تھی کہ لاشاریوں کے ساتھ ایک اچھے ہمسایوں کی طرح رہا جائے۔ میر چاکر اکثر میر گواہرام سے اچھے تعلقات کا خواہاں تھا۔ وہ تعلقات کی خوشگواری کے لئے اکثر تحفے تحائف کا تبادلہ کرتا رہتا۔ بلکہ آمد و رفت اور باہمی تجارت کو بھی فروغ دینا چاہتا تھا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ سبی تقریب میں لاشاریوں کو خاص طور سے مدعو کرتا"۔ (۳۳)

جب میر چاکر رند تمام بلوچستان کا سربراہ بنا تو میر گواہرام لاشاری سے برداشت نہیں ہوا کہ وہ عمر میں چھوٹے ہونے کے باوجود بلوچستان کے سربراہ بن گئے۔ کیونکہ میر Chieftein کا عہدہ موروثی نہیں تھا۔ جبکہ جمہوری قبائلی معاشرے میں "میر" اپنی قابلیت بلوچوں کا سربراہ بن جاتا تھا۔ میر چاکر رند جو کہ میر گواہرام لاشار سے زیادہ طاقتور اور قبائلی شخصیت کے مالک تھے۔ میر شہک رند نے ان کی شاندار فتوحات کی وجہ سے ان سے متاثر ہو کر ان کا انتخاب کیا تھا۔ میر گواہرام لاشاری نے اب درہ مولہ کے علاقوں اور کچھی، گنداواہ پر قبضہ کر کے اپنی علیحدہ حکومت کا اعلان کر دیا کیونکہ انہوں نے زیادہ زرخیز علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان زرخیز علاقوں کی وجہ سے بہت خوشحال اور معاشی حوالے سے مضبوط ہو گیا تھا۔

سلیگ ہیرسن اپنی کتاب میں میر چاکر خان کو بلوچوں کے سیاسی اتحاد کی پہلی سنجیدہ کوشش پر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ (۳۴)

میر شہک رند بلوچ کا انتقال

میر شہک رند بلوچوں کے عظیم رہنما اور حکمران تھے ان کے دور حکومت میں بلوچ اتحاد اپنے عروج پر تھا۔ اور رند و لاشار ان کے قیادت میں کامیاب اور سرخرو تھے۔ ان کا انتقال بلوچ اتحاد پر بہت بڑا دھچکا تھا۔ میر شہک رند بلوچ 11 فروری 1490ء میں بہ مقام سیوی (سبی) اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ میر چاکر تمام بلوچ ملت کے امیر بنے۔ انہوں نے اپنے والد بزگوار کی میت کو شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ گنبد الہ دین افغان میں دفن کیا۔ بعد میں کہاوت مشہور ہو گئی اور اب تک چلی آ رہی ہے۔

گنبدالہ دین رفت گنبد شک شر۔ (۳۵)

گنبہ الہ دین کے کھنڈرات اس موجودہ دور میں بھی موجود ہیں۔ ریلوے اسٹیشن بیل پٹ اور ریلوے اسٹیشن لنڈسی کے درمیان ایک ریلوے اسٹیشن دنبولی ہے اس کی مغربی جانب گنبہ الہ دین کے کھنڈرات واقع ہیں۔

قلعہ چاکر کی تاریخی مقام و مرتبہ

بلوچستان اپنے مخصوص جغرافیائی لحاظ سے نہایت ہی اہمیت کا حامل خطہ زمین ہے۔ جس میں درہ بولان اور درہ مولہ ہیں درہ مولہ جھالاوان اور کچھی کو آپس میں ملاتا ہے اور درہ خضدار کے قریب سے شروع ہو کر کچھی میں گنداواہ تک جاتا ہے۔ قدیم دور سے ایرانی اور عرب حملہ آور اسی راستے کے ذریعے سندھ اور ہندوستان میں داخل ہوتے رہے ہیں۔ قلات کے گردونواح کی تنگ وادیاں جو ساراوان جھالاوان اور کچھی کے لئے سنگم کی حیثیت کی حامل گزرگاہ تھی بلوچستان میں بولان اور ہرنائی کے دروں کے دہانوں کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے سبی (سیوی) کی اہم حیثیت رہی ہے۔ سبی کے آثار قدیمہ میں قلعہ چاکر خان کی حیثیت نمایاں ہے۔ جو سبی شہر کے مغرب میں سبی ہرنائی ریلوے لائن کے قریب واقع ہے۔ اور قدیم دور سے میر چاکر کے نام سے منسوب چلا آ رہا ہے۔

مورخ لکھتا ہے کہ اس تاریخی قلعہ کو رند بلوچوں کے سردار میر چاکر خان رند نے تعمیر کرایا اور آج تک اسی کے نام سے منسوب ہے۔ (۳۶)

واضح رہے کہ میر چاکر کے اس علاقے میں تین قلعے تھے۔ پہلا سوران، دوسرا بھاگ کے قریب گڈر کے مقام پر اور تیسرا سبی میں۔ اولذکر دونوں زلزلوں میں منہدم ہو کر دمب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ جبکہ سبی قلعہ اب بھی موجود ہے۔ (۳۷)

> The Culture space of Sibi altained renewed dimensions during 15th century when the famous Baloch Chief Mir Chakar Khan Rind formally regulated the celebrations by enriching its tan gible as well as intangible centents. The remnants of his fort, once the citadel of power, and the rich oral tradition, including the classical Balochi literature. (Baloch: 2007- p-27)

سبی شہر سے جنوب شمال میں اپنی اور اپنے امراء کی رہائش کے لئے محلات تعمیر کئے یہں قلعہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے مرحلے پر امراء اور ملازمین کے لئے بنگلے اور رہائش کے لئے کوارٹر تعمیر ہوئے پھاٹک کے قریب میں جنوب مشرقی کونے میں گندم کو ذخیرہ کرنے کے لئے بہت بڑا کولی (گودام) بنوایا گیا۔ اس کے اوپر گندم ڈالنے کے لئے سوراخ ہے اور نیچے کی جانب مغرب رویہ گندم نکالنے کا دروازہ ہے۔ یہ کولی (گودام) بلوچی فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کے شمال میں فیصل کے ساتھ گھوڑوں کا اصطبل ہے۔ قلعہ کے چاروں طرف فصیل ہے۔

مورخ لکھتا ہے:

"یہ شاندار قلعہ موجودہ شہر سبی سے شمال مغرب کی طرف ایک اونچی جگہ پر واقع ہے۔ یہ تاریخی قلعہ باہر سے پختہ اور اندر سے خام ہے۔ قلعہ کے اندر چاکر خان کی رہائش گاہ، حرم سرائے، گھوڑوں کا اصطبل عسکری کمانداروں کے دفتر اور اناج کے دو گودام تھے۔ قلعہ کے چاروں طرف حفاظتی برج اور مورچے بھی تھے۔ حرم سرائے کے نشان میں کچھ نمایاں ہیں۔"(۳۹)

اب یہ عظیم قلعہ سبی کے پر رونق شہر کے سنگ میں کھنڈرات کی شکل میں موجود ہے۔ اس کی دیواریں اپنی عظمت رفتہ کی یاد دلاتی ہیں۔ یہ تاریخ بلوچستان کا ایک قیمتی اثاثہ ہے۔

"قلعہ 12 فٹ چھوڑا اور چھ فٹ موٹا ہے۔ اس کے اوپر دو بڑے برج کے نشانات ہیں۔ جس میں تیر کش ہیں۔ پہلے برج پر چڑھنے کے لئے اس کے قریب سیڑھیاں ہیں"۔(۴۰)

مزید لکھتا ہے کہ:

"قلعہ کی بیرونی فصیل تقریباً کئی ایکڑوں پر محیط ہے۔ جس میں چاکر روڈ پر جو پرانا چونگی ہے وہاں سے نشانات دیکھے جاسکتے ہیں اور چونگی اس وقت میر چاکر رند کے بیرونی آمد و رفت اور ناکہ (وصولی) کے لئے استعمال ہوتی تھی جو کہ اُس قلعہ کی حدود میں شامل ہیں۔"(۴۱)

میر چاکر خان رند نے سبی کے قیام کے دوران قلعہ اور محلات کی تعمیر کا کام شروع کرایا۔ جس کے کھنڈرات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔(۴۲)

میر چاکر رند کی تعمیرات تاریخ بلوچستان میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہ بلوچ قوم کے قیمتی اثاثہ ہے۔ جن کی حفاظت ہر بلوچ کی ذمہ داری ہے۔ کہ کس طرح میر چاکر رند نے سبی اور اُس کے گرد و نواح میں مثالی حکومت قائم کی اور ان کی تعمیرات سے ان کے نظم و ضبط اور تعمیرارت کے شاہکار ہونے کے ثبوت ملتے ہیں کہ وہ تعمیرات کا دلدادہ تھا اور ان کے پاس اتنی دولت تھی کہ انہوں نے تعمیرات کئے تھے۔

سبی میلہ

جب میر چاکر رند نے سبی کے قلعہ کو پایہ تخت بنایا۔ خوشی اور خوشحالی سے ہمکنار ہو کر انہوں نے سبی قلعہ کے قریب ایک بہت بڑی منڈی قائم کی۔ جہاں دور دور کے لوگ یہاں سے اپنی ضروریات زندگی کی چیزیں خریدنے آتے تھے۔ اور سال میں ایک مرتبہ میلہ کی صورت میں تفریحی پروگرام بھی منعقد کئے جاتے تھے۔ جن میں ملاکھڑا، گھڑ دوڑ، سٹر دوڑ، نوجوانوں کی دوڑ، نشانہ بازی اور دیگر کھیل کود شامل ہوتے تھے۔ رند ولاشار نے کئی سال اس ہرے بھرے ذرخیز اور خوبصورت علاقے میں خوشی خوشی زندگی گزاری۔ سبی میلہ بلوچستان کا سب سے بڑا عوامی ثقافتی میلہ ہے۔ ابتداء میں اس میلے میں تمام سردار اعلیٰ، عہدیدار، ٹکری اور معتبرین مل بیٹھ کر اپنے اپنے جھگڑوں، رنجشوں اور ناچاقیوں کا رسم ورواج اور قبائلی روایات کے مطابق حل کیا کرتے تھے۔

مورخ لکھتا ہے:

"انہوں نے (میر چاکر خان رند) نے موسم بہار میں سیوی (سبی) میلہ کی بنیاد رکھی۔ اس میلے میں جوان، بچے، بزرگ سب شامل ہوتے تھے۔ گھوڑ دوڑ، کشتیوں کے مقابلے ہوتے تھے۔ اونٹوں، گھوڑوں، بچھی کے خاص نسل کے بیلوں، بھیڑ بکریوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ سندھ اور پنجاب سے لوگ یہاں اعلیٰ نسل کے اونٹ، گھوڑے، بیل خریدنے آتے تھے۔ سبی میلہ ہے جو موجودہ دور میں بھی اسی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔"(۴۳)

مورخ لکھتا ہے:

"وہ (میر چاکر خان رند) ہر سال سبی میں اپنے سرداروں کا جرگہ بلاتا، جہاں ملکی معاملات اور علم جہاں بانی پر بحث کی جاتی۔ دور دور سے شوقین اور ماہر فن اس تقریب میں حصہ لینے آتے۔ کامیاب ہونے والوں کی پیٹھ ٹھوکی جاتی بلکہ انہیں بڑے بڑے انعامات سے بھی نوازا جاتا ان مقابلوں میں فتح پانے والے اور کامیاب ہونے والے شہ زوروں کو قوم میں عزت و افتخار کی نظر سے دیکھا جاتا"۔(۴۴)

مورخ مزید لکھتا ہے:

"یہ تقریب آہستہ آہستہ ایک میلہ کا روپ دھارتی چلی گئی جہاں دوکانیں لگتیں اور خرید و فروخت ہوتی وہاں اس میلہ کے لئے شوقین اپنے اپنے جانوروں کو شوق سے پالتے، کھلاتے پلاتے اور سنگھار کر میلہ میں لاتے ایک سے ایک جانور اور دیدہ زیب مویشی اس میلہ میں دیکھنے کو ملتے جہاں نہ صرف ان کی خرید و فروخت ہوتی بلکہ اچھے جانور کی پرورش پر انعامات بھی دیئے جاتے۔ شوقین حضرات نہ صرف اپنے ڈھوروں کو سنوار کر لاتے بلکہ خود بھی دیدہ زیب پوشاک ملبوس کرتے تا کہ دیکھنے والوں کی نظریں ان پر آکر ٹھہر جائیں۔(۴۵)

Establish beyond any doubt the grandeur of Mir Chakar's era when the scop of making of animals exclusively groomed for the festival such as bulls, horses, camels , Sheeps, goats etc.

In the historical perspective, Sibi Mela there fore is the mari festation of the pioneering civilizational achievement of domestication of animals, culminating in colorful calural festivities at the Sibi cultural space. (۴۶)

سبی میلہ تاریخی، ثقافتی، معاشرتی، قبائلی اقدار اور روایات کے ساتھ ساتھ جدید رجحانات اور ترقیاتی عمل کے باب میں ایک معتبر گواہی کا درجہ رکھتا ہے۔ پاکستان میں چھوٹے بڑے میلے جو کہ عوامی نقطہ نظر سے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ سبی میلے کو ان سب میں ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ تاریخ میں سبی ایشیاء میں ایک اہم گزر گاہ کا امین رہا ہے۔ یہاں سے صرف جنگی لشکری ہی نہیں بلکہ تجارتی قافلے اور مختلف خطوں حکمران بھی گزرتے رہے ہیں۔ پندرھویں صدی کے ممتاز میر شہک خان کے فرزند میر چاکر خان نے اس علاقے پر اپنی عملداری قائم کی اور اپنے نام سے منسوب قلعے کے قریب ایک بڑے میدان میں موسم بہار کی آمد کے ساتھ فصل گل اس کی رنگینی جاذبیت اور خوشبو پورا علاقے میں مہک اٹھتا ہے۔ تو چاکر خان رند اپنے قبائل کے اجتماع کی اہتمام کرتا تھا اس میں بلوچی حال واحوال اس کے علاوہ گھوڑوں، شمشیر زنی، تیز اندازی، نیزہ بازی کے مقابلے میں ہوتے تھے۔ جس میں علاقے کے مشہور شہسوار اپنے فن کا مظاہرہ بھی کرتے تھے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ سبی میلے میں قابل قدر اور ثقافتی تقاضوں سے ہم آہنگ تبدیلیاں بھی رونما ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ آج کا سبی میلہ دراصل جشن سبی کے مفاہم کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

فوجی تنظیم (نظام)

میر چاکر رند کی پاس ایک مضبوط اور منظم فوج موجود تھی۔ اور خود بھی اُس میں جنگی جنون موجود تھی۔ اکثر مورخین میر چاکر کی بہادری، شجاعت اور عظیم جرنیل ہونے کی تعریف کرتے ہیں۔ چاکر خان رند کو اگر ایک جرنیل کی حیثیت سے دیکھا جائے تو وہ واقعی عظیم تھا اس کی فتوحات اور جنگی کارناموں کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ میر چاکر میں بے شمار خوبیاں تھیں وہ ایک عظیم جرنیل، ایک اچھا منتظم، بہادر، غیر تمند اور تمام قبائل کا سربراہ تھا۔ میر چاکر رند ایک عظیم فوجی جرنیل تھے وہ بچپن سے جنگ اور جنگی سازوسامان کے شوقین تھے۔ انہوں نے اپنی انہی جنگی صلاحیتوں کی وجہ سے بلوچستان میں فتوحات کیں ان کے پاس تربیت یافتہ جنگی سازوسامان سے لیس بڑی تعداد کی فوج موجود تھی۔ ان بلوچوں نے اپنی فوجی صلاحیتوں کو بدقسمتی سے اپنوں سے جنگ کر کے ضائع کر دی کیونکہ میر چاکر رند کے دور حکومت کے زوال کے زمانے میں یہ تیس برسوں تک لڑتے رہے۔ اگر جنگی صلاحیت اور سازوسامان نہ ہوتے تو تیس برسوں تک جنگ لڑنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کا اندازہ ہم یورپین ملکوں سے لے سکتے ہیں کہ جب یورپین ملک بہت زیادہ معاشی حوالے سے مضبوط ہوئے تو ان ملکوں کے درمیان دنیا کی دو بڑی اور عظیم جنگیں ہوئیں۔ پندرھویں صدی عیسوی میں بلوچستان میں سپاہی ہی فوج ہوتی تھی۔ بلوچ مورخ میر چاکر رند کی فوجی طاقت کی بہت زیادہ تعریف کرتے ہیں۔ جسٹس مری کے مطابق میر چاکر خان کی فوج میں چالیس ہزار سپاہی تھے جو کہ انتہائی بہادر اور نظم وضبط کے حامل تھے۔ اس فوج کے علاوہ اس کے لشکر میں دو سے تین لاکھ عام آدمی بھی شامل تھے۔[۴۷]

فوجی سازوسامان

جس طرح میر چاکر جنگجو اور تلوار باز تھے۔ اسی طرح ان کے عوام میں جنگی جوش وجذبہ موجود تھا۔ اور جنگی سازوسامان کا بھی خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ ان کے پاس تیر وکمان نیزے اور دھاری تلواریں ہوا کرتی تھیں۔ ان کے (بلوچوں) سینے اور بازو لوہے کی زرہ بکتر سے سجے ہوئے تھے اور تمام تیر کمانوں سے مسلح تھے۔ وہ لمبے کوٹ، ریشمی رومال اور سرخ بوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کے چاقو آبدار اور خنجر تیز تھے اور ان کی انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں تھیں۔[۴۸]

بلوچوں میں تلوار کا رواج بہت زیادہ تھا میر چاکر کے دور میں ہر بلوچ کے پاس تلوار ہوا کرتا تھا۔ بلوچ عربوں کی طرح تلوار بازی کے شوقین تھے اور عربوں کی طرح ہر وقت میان میں تلوار رکھتے تھے اور وہ اس چیز پر فخر کرتے تھے۔

"میر چاکر ایک ایسا بہادر جنگجو تھا جس نے بوقت ضرورت کبھی بھی تلوار کے استعمال سے گریز نہیں کیا۔ کمزوروں اور غریبوں کے واسطے وہ رحم دل، مہربان اور وسیع القلب تھا۔ لیکن اپنے دشمنوں کے واسطے وہ بہت ہی سخت اور انتقام جو تھا۔[۴۹]

میر چاکر رند غریبوں، بے کسوں، بیواؤں اور باہوٹ کی حفاظت کے لئے سر کی بازی لگا دیتے تھے۔ ان کی حفاظت کے لئے آخری حد تک جاتے اپنی تلوار کو ظالموں اور دشمنوں کے لئے استعمال کرتے تھے۔

فوجی چھاؤنی

میر چاکر نے سبی میں قلعہ کے ساتھ فوجی چھاؤنی قائم کی۔ فوجی سازوسامان اور مضبوط فوج ہر وقت چھاؤنی میں موجود رہتا تھا۔ اس عظیم و پروقار قلعہ (چاکر قلعہ) کے نیچے مشرق کی سمت عسکری چھاؤنی کے آثار ہیں جہاں رند بلوچ عساکر کے کماندار رہا کرتے تھے"۔[۵۰]

گھوڑے

چاکر رند کے عہد میں گھوڑوں کو مرکزی اہمیت حاصل رہا ہے فوجی نقطہ نگاہ سے گھوڑے بہت ضروری ہوتے تھے اور سماجی زندگی میں کھیل کھود، شکار اور آمدورفت کے لئے گھوڑوں کا استعمال ہوتا تھا۔ وہ (بلوچ) ایک مشاق گھڑسوار ہے اور گھڑدوڑ اس کا قومی کھیل ہے۔ سارے شمالی انڈیا کے گھوڑوں کی نسل بلوچوں میں بہت شہرت رکھتے تھے۔[۵۱]

میر چاکر رند کے دور حکومت میں گھوڑے بڑی اہمیت کے حامل ہوتے تھے۔ گھوڑوں سے ان بلوچوں کو بڑی محبت ہوتی تھی سبی میلے کی تیاری کے لئے گھڑوں کے کھانے پینے اور سجانے کے حوالے سے بڑی توجہ دی جاتی تھی تاکہ لاغر اور کمزور گھوڑے نہ ہو۔ گھوڑے رکھنے کی حوصلہ افزائی کے لئے اور صحت مند گھوڑوں کے مالکوں کو انعام دیا جاتا تھا اور بلوچ معاشرے میں ان کی واہ واہ ہوتی تھی۔ مکران سے لے کر بلوچستان کے مختلف علاقوں کی فتوحات انہی گھوڑوں کی مرہوم منت ہے۔

بلوچوں کے پاس سبی پہنچنے پر نوہزار گھوڑے تھے۔[۵۲]

رند ولاشار ساری زندگی گھوڑیوں کی پیٹھ پر گزار دیتے چنانچہ اعلیٰ نسل کی قیمتی گھوڑیاں استعمال کرتے۔ اپنی گھوڑی کو ایک نام دیتے۔ مورخ لکھتا ہے:

میر چاکر کی گھوڑی کا نام سوغات تھا اور اس پر سفر کرتے۔[۵۳]

جنگ کے ایام میں گھوڑے لازمی سواری ہوتی تھی۔ جنگوں میں ان کا ضروری استعمال ہوتے تھے کہ جنگ کے وقت ان کے پاؤں میں چمڑے کے لمبے بوٹ بدن پر زرہ اور سر پر فولادی نوکدار ٹوپی ہوتی تھی۔ ان کے فولادی ہتھیار چمکتے تھے۔ ان کے گھوڑوں کی زین پر پیتل کا عمدہ ہوتا تھا۔ ان کے گھوڑوں پر نعل لگائے ہوتے تھے۔[۵۴]

قبائلی معاشرہ

ابتدائی بلوچ قبائلی معاشرہ، سیاسی، سماجی اور معاشی مساوات کا ایک مثالی نمونہ تھا جس میں ہر رکن قبیلہ کی یکساں و مساوی حیثیت تھی۔ جس میں سردار قبیلہ کو مختلف سماجی صفات کا حامل بزرگ تصور وتسلیم کیا جاتا تھا۔ بلوچ معاشرے میں منفی فکر و رسوم بعد کے ادوار میں شامل ہوئیں۔[۵۵]

بلوچ انفرادی زندگی گزارنے کی بجائے اجتماعی زندگی کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اکیلا رہنے کے بجائے اپنے قبیلہ میں سردار کے ماتحت سرداری نظام کا زیادہ دلدادہ ہے۔ اس کے سماج کے اکثر فیصلے سردار ہی کرتا ہے۔[۵۶]

مورخ میر چاکر رند کے دور کی قبائلی معاشرے کی بدلتی ہوئی صورت حال بیان کرتی ہے:

"بلوچوں کی نقل مکانی کی وجہ سے ان کی رسوم ورواج اور معاشرتی روایات پروان چڑھیں۔ ان رسوم ورواج نے ہی آگے چل کر قبائلی معاشرے کی قیام کے لئے راہ ہموار کی۔ بلوچ آج بھی اپنی ان روایات کے پابند ہی نہیں بلکہ ان پر نازاں بھی ہیں۔ میر چاکر رند کے دور کی قبائلی نظام حیات کی احساس چند رسوم وروایات پر قائم ہے۔ ان روایات میں اخلاص عمل، سخاوت، شجاعت، راست گوئی، مہمان نوازی، عہد کی پابندی اور اپنی انفرادیت کی پاسداری وغیرہ شامل ہیں۔ یہ بلوچی معاشرے کی بنیادی اقدار ہیں اور بلوچی ادب ان ہی اقدار کے گرد گردش کرتا ہے۔[۵۷]

مورخ لکھتا ہے:

"چاکر خان رند کے دور اپنے اعتبار سے ایک فرسودہ قبائلی معاشرہ تھا۔ اور قبائلی معاشرہ کی ایک بُرائی نہیں بلکہ اس کی سینکڑوں برائیوں کا حوالہ دیا جاسکتا ہے لیکن آج سے پانچ سو سال پہلے کی اُس قبائلی معاشرہ کی برائیوں کو گنواتے وقت اس طویل وقفے کو ذہن میں رکھنا بہر حال ضروری ہے۔ اور اس عہد کے فیصلوں اداروں، امنگوں اور رویوں کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھنے سے پہلے انہیں ایک سپماندہ سماج کے پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ باالفاظ دیگر اُس عہد کے فیصلوں کو اس عہد کے اخلاقی اور معاشرتی سمجھوتوں کے تناظر میں دیکھنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے۔[۵۸]

پروفیسر شاہین قیصرانی لکھتے ہیں:

میر چاکر خان رند آج سے پانچ سو برس پہلے کا انسان تھا اس کی شخصیت میں وہ تمام خوبیاں تھیں جو ایک قبائلی معاشرے کے جنگجو، بہادر اور غیرت مند بلوچ میں ہونی چاہئے تھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام کمزوریاں بھی اس کی شخصیت کا حصہ تھیں جو اس عہد کا ایک ناتجربہ کار اور جذباتی حکمران میں بشری تقاضوں کے تحت ہونی چاہئے تھیں۔ اس لئے اسے فرشتہ یا غلط کار قرار دینا قطعاً درست نہیں ہو گا۔(۵۹)

پندرھویں صدی عیسوی میں بلوچ قبائلی معاشرے کی خوبیاں میر چاکر رند میں موجود تھے۔"میر چاکر رند نہ صرف ایک نام ہی نہیں بلکہ بلوچوں کی تہذیب وثقافت، تاریخ وتمدن، معیشت ومعاشرت، اخلاق وعادات، بہادری وجوانمردی، جوش وجذبہ، گفتار وکردار، ایثار وقربانی، ایفائے عہد اور انتقام کا نام میر چاکر ہے۔ میر چاکر خود بھی بہادر تھا اور بہادر دوستوں ہی کی نہیں بلکہ دشمنوں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

ثقافت

ثقافت کو کسی قوم اور معاشرے کے احساسات وفنی لیاقت کی عکاسی قرار دیتے ہیں۔ ثقافت کسی قوم وطبقہ کی مجموعی کیفیات واحساسات کا نام ہے یہ تاثر واحساسات کسی خاص قوم کی سماجی زندگی کی نمایاں علامت بن کر رہ جاتے ہیں اقوام کی ثقافت وقت وحالات کے مطابق مسلسل تبدیلی اور ترقی کے عمل سے گزرتی ہے اور ثقافت کا اقوام کے طرز معاشرت طور طریقہ اقتصادی حالت پر دارومدار ہوتا ہے۔ بلوچستان میں سیوی (سبی) اور قلات ہی بلوچوں کے ثقافتی اور تہذیبی مرکز رہے ہیں۔ سیوی نے بلوچ روایات وثقافت کے بڑے مدوجزر دیکھے ہیں اور عظیم تاریخی سبی میلہ میں چاکر کے دور کے بلوچ روایتی میلے کی یادگار ہے اور سیوی میں چاکر کا قطعہ اب بھی بلوچوں کے عہد کی یادونشان ہے۔(۶۰)

میر چاکر کے دور میں رندوں کی ایک ثقافت تھی۔ اس کے دور میں رند لال موزے اور سفید لباس پہنتے۔ رنگ دار لباس پہننا معیوب سمجھتے۔ رندوں کی بندوقوں پر خوبصورت نقش ونگار ہوتے سردار ریشمی قبائیں زیب تن کرتے۔ سروں پر بھاری بھاری پگڑیاں باندھتے لیکن پیروں میں چٹائی کی بنی ہوئی چپلیاں استعمال کرتے۔(61)

بلوچ سماج میں عورت کا مقام

عورت کو جتنی عزت واحترام بلوچ سماج میں ہے شاید کسی اور سماج ومعاشرے میں نہ ہو اگر دو قبائل یا دو فریقوں کے درمیان لڑائی یا جنگ وجدل ہو اگر کوئی خاتون میدان جنگ یا لڑائی کے درمیان آجائے یا وہ جنگ کو ختم کرانے کے لئے مداخلت کرے تو خاتون کی عزت واحترام کی خاطر فریقین یا قبائل جنگ کو ختم کر دیں گے۔ مورخ لکھتا ہے:

ان کے (بلوچوں) عورت کی بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے حتیٰ کہ جنگ اور لڑائی کے وقت بھی عورتوں پر ظلم اور ان کی بے حرمتی کرنا کمینگی اور بزدلی خیال کی جاتی ہے مذکورہ بالا واقعات زیادہ تر پندرھویں اور سولہویں صدی عیسوی کے تھے۔ بلوچ شاعری سے پتہ چلتا ہے کہ میر چاکر کے دور کا ایک اہم واقعہ گوہر جتنی کا تھا گوہر جتنی ایک غیر بلوچ خاتون تھی عورت کی عزت اور مقام کی خاطر رند ولاشار قبائل میں تیس سال تک لڑائی ہو گئی۔

مہمان نوازی

اس بات میں کوئی شک واختلاف نہیں کہ مہمان نوازی ہر قوم کی اقدار میں شامل ہے لیکن بلوچ سماج میں مہمان کے لئے جان کی بازی لگانے کے واقعات کثیر تعداد میں ہیں بلوچ سماج میں میزبان خود بھوکا ہو سکتا ہے لیکن مہمان کی خدمت کے لئے ہر وہ کوشش کی جاتی ہے جو ان کی استطاعت وقوت میں ہے نووارد مہمانوں اور مسافروں کو بلوچ معاشرت میں دریادلی وخندہ پیشانی سے مہمان نوازی کی جاتی ہے اس جذبہ احساس کا بنیادی سبب بلوچ قوم کی انسان دوستی دریادلی ومحبت ہے۔ میر چاکر کے دور میں مہمان اور مہمان نوازی معاشرے کا لازمی حصہ تھی۔ مہمانوں کو خدا کی نعمت سمجھتے۔ مہمان ان کے لئے خبروں کا ذریعہ تھا۔ آنے والے مہمان سے حال احوال کرتے۔ جتنی خبریں مہمان کے پاس ہوتیں ایک ایک کر کے تفصیل سے سناتا۔ بعد میں میزبان اپنے علاقے کی خبروں کا تبادلہ کرتا۔ اس کام میں کئی کئی گھنٹے لگ جاتے۔(62)

قول واقرار کی پاسداری

قول واقرار کی پاسداری زمانہ قدیم سے لے کر آج تک بلوچوں کا قومی شعار چلا آرہا ہے۔ قدیم زمانہ میں کسی شخص کی ہمت، جرات اور شخصیت کو جانچنے کا واحد معیار یہ تھا کہ وہ اپنا قول نبھانے کے لئے کس حد تک قربانی دے سکتا ہے۔ میر چاکر نے اپنے درباری امراء کو آزمانے کے لئے انہیں موقع فراہم کیا۔ میر چاکر رند نے انہیں (جاڑو، شہ مرید، ہیبتان) کو مختلف مرحلوں پر آزمایا اور بحیثیت سردار وتاجدار انہیں آزمانا چاہئے تھا۔ اور یہ تینوں اپنے قول پر پورے اُترے۔ مورخ لکھتا ہے کہ بلوچوں کے سردار میر چاکر خان رند نے عہد کیا تھا کہ وہ کبھی جھوٹ نہ بولے گا۔ شہ مرید نے قول دیا تھا کہ جمعرات کے روز علی الصبح جو شخص اس سے کچھ مانگے گا۔ وہ اسے دے گا۔ میر ان نے قول کیا تھا کہ وہ جس بلوچ خاتون کو سر پر پانی کا مشکیزہ اٹھائے ہوئے دیکھے گا وہ اسے ایک کنیز کی خدید کر دے گا۔ میر جاڑو نے عہد کیا تھا کہ جو شخص اس کی داڑھی کو ہاتھ لگائے گا۔ وہ اس کا سر قلم کر دے گا۔ ایک اور بلوچ سردار میر ہیبتان نے قسم کھائی تھی کہ جس شخص کا اونٹ اس کے اونٹوں کے گلے میں آشامل ہو گا وہ اسے ہر گز واپس نہیں کرے گا۔(63)

تاریخ شاہد ہے کہ ان بلوچوں سرداروں نے جو عہد دیئے ان کو پوری طرح نبھانے کی کوشش کی۔ اپنے قول کے پیش نظر میر چاکر خان نے نازک سے نازک موقع پر ان سرداروں کو آزمانے کی کوئی بھی کوشش نہیں چھوڑا۔ شہ مرید کے متعلق یہ روایت عام طور پر مشہور ہے کہ اس نے اپنی چہیتی محبوبہ حانی تک سے بھی دست کش ہو گیا۔ اسی طرح میر جاڑو نے اپنے کمسن لڑکے کو محض قول کے احترام میں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ غرضیکہ قول واقرار کی پابندی کے سلسلہ میں بلوچوں نے نہایت شاندار روایات قائم کی ہیں۔

نتائج:

میر چاکر خان رند ایک سیاسی اور قبائلی رہنما تھے جنہوں نے بلوچستان کی تاریخ میں اہم کردار ادا کیا۔ میر چاکر خان رند نے مختلف اقوام اور قبائل کے ساتھ اتحاد قائم کرتے ہوئے سیاسی منظرنامے پر مہارت سے تشریف لیے۔ انہوں نے بہادری اور حکمت عملی کے ساتھ اپنی افواج کی قیادت کی اور حریف جاگیرداروں کے اقتدار کو چیلنج کیا۔ میر چاکر رند اور لاشار بلوچ قبائل ایرانی بلوچستان سے ہجرت کر کے مکران میں آباد ہوئے، جہاں سے وہ بلوچستان کی حکومت کی بنیاد رکھنے کے لئے کام کرنے شروع کیا۔ رند اور لاشاری قبائل بلوچوں کے اتحاد کے دو مضبوط ستون تھے اور ان کی مدد سے بلوچ قبائل متحد ہوئے۔ لیکن خانہ جنگی کی وجہ سے بلوچستان میں میر چاکر رند کی حکومت ختم ہوئی اور بلوچوں کا اتحاد تقسیم ہو گیا۔ میر چاکر رند کی ملتان آمد کے بارے میں بھی ذکر ہے جہاں وہ پنجاب میں نیا وطن بنانے کے لئے آئے۔ وہاں سے انہوں نے بلوچوں کی تعلیم وتمدن کو ترقی دی اور اپنی قوم کو متحد کیا۔ میر چاکر خان رند کا سفر سیاسی وجنگجو کردار، اتحادوں کی تشکیل، قبائل کو متحد کرنے اور دشمنوں کو مقابلہ کرنے کے لئے انہیں بلوچ تاریخ کی ممتاز شخصیت بناتا ہے۔ ان کی حکمت عملی اور کامیابیاں آج بھی نسلوں کو متاثر کرتی ہیں اور قیادت کی پائیدار طاقت، مشکلات کے وقت میں لچک اور عزم کی یاددہانی کے طور پر کام کرتی ہیں۔

میر چاکر رند 1520 میں اپنی خواہشات اور خوابوں کی تعبیر کے ساتھ ہندوستان آئے تھے جو کہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔ اپنی عظیم فوجی طاقت، بہادری، جنگجوئی اور جرأت کے باوجود وہ خود ہندوستان کا تخت حاصل نہ کر سکے۔ حاصل نہ کرنے کی وجہ آپس کی نااتفاقی تھی۔ میر چاکر خان رند کے اپنے بلوچ بھائیوں نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ کبھی میر بجار نے اپنی ضد منوانے کے لیے، کبھی میر ہیبتان نے میر چاکر خان رند سے لڑ کر اسے کمزور کیا۔

40 ہزار کی فوج جو ہمایوں کو دوبارہ دہلی کا تخت دلا سکتی ہے، تو اپنے بلوچوں کو کیوں نہیں۔ اگر تمام بلوچ متحد اور یکجا ہوتے تو آج ہندوستان کی تاریخ میں سوریوں اور عظیم مغلوں کی بجائے عظیم بلوچوں کا نام سنہری حروف سے لکھا جاتا۔

حوالہ جات:

ا۔بزدار، واحد، قدیم بلوچی شاعری کا تنقیدی جائزہ، (1998) پاکستان اسٹیڈیز قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد، ص،۱۲۳

2. Qadir, Dr-Ihsan`` Balochistan victim Greed or Grievances,m 2016, Bahria University Karachi,p.58

3. Mohmmad, Jan, ``The Baloch cultural Heritage`` 1982, Royal Book company Karachi,p.154

۴۔ محمود، سید قاسم "اسلامی انسائیکلوپیڈیا" الفیصل ناشران و تاجران کتب اسلام آباد، ص،۴۰۹

5. Mohmmad, Jan``Essays of Baloch National struggle in Pakistan,1988, Gosha-e-adab Quetta,P.158

۶۔ رمضان، ملک محمد "ثقافت وادب وادی بولان میں" 2013ء نظامت ثقافت حکومت بلوچستان، ص۲۰۱ تا ۲۰۲

۷۔ بگٹی، پروفیسر عزیز محمد "بلوچستان سیاسی کلچر اور قبائلی نظام"، 2003ء فکشن ہاؤس لاہور، ص،۵۲

۸۔ بگٹی، پروفیسر عزیز محمد، ۲۰۰۳، ص،۵۳

۹۔ بگٹی، پروفیسر عزیز محمد، ۲۰۰۳، ص،۵۶

10. Majeed, Gulshan , ``Land of Balochistan, A historical perspective``, 2015, Jurnal of Political studies, p.163

11. Mohmmad, Jan, ``The Baloch cultural Heritage`` 1982, Royal Book company Karachi,p.62

۱۲۔ سوہدروی، کامران اعظم، تاریخ بلوچستان، 2011ء مشتاق بک کارنر لاہور، ص،۳۱

۱۳۔ میر، عابد، سلگتا بلوچستان، (خلقِ خدا کی گواہی)، گوشہ ادب، جناح روڈ، کوئٹہ، ۲۰۱۰، ص،۲۹

۱۴۔ مری، ڈاکٹر شاہ محمد "بلوچ قوم عہد قدیم سے ریاست کی تشکیل تک" 2013ء اردو بک پوائنٹ کراچی، ص،۱۶۰

۱۵۔ پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا (صوبہ بلوچستان) الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، ص،۴۱۰

16. Harrison, Selig, ``The Afghanistan`s Shodow Baloch Nationalism and soviet, 1981, templations publisher by cormegic Endowment for international peace, P.23

17. Gichki, Nematullah`` Baloch in search of Identity``, 2015, London Paris wrighely`s Washington, p.40

18. Gankovsky, `` the people of Pakistan, 1973, publishing house Lahore, p.88-90

19. Breseeg, Taj.M.`` Baloch Nationalism its origin and Development, 2004,Royal Book company Karachi, p.144

۲۰۔ خان عمر کمال ایڈووکیٹ، "بلوچ افغان تعلقات تاریخ کے آئینے میں"، بزم ثقافت ملتان، ص،۱

21. Baloch, M.S.K``History of Baloch Race and Balochistan``1958, Gosha-e-adab Quetta. p.171

22. Roman, Anwar, ``Balochi Language and literature, 2005, institute of writing and research (Balochistan) p. 35

۲۳۔ قیصرانی، پروفیسر محمد اشرف شاہین "بلوچستان تاریخ اور مذہب" 1994ء ادارہ تدریس کوئٹہ، ص،۹۰

۲۴۔ قیصرانی، پروفیسر محمد اشرف شاہین، ۱۹۹۴، ص،۹۱

۲۵۔ پروفیسر عزیز محمد بگٹی "تاریخ بلوچستان شخصیات کے آئینے میں،، 1985ء ایم ایم ٹریڈرز کوئٹہ، ص،۹۴

۲۶۔ بخاری سید محمود شاہ، "بلوچستان زمانہ قدیم سے قیام پاکستان تک"، 1987ء بخاری ٹریڈز کوئٹہ، ص،۱۷۱

۲۷۔ زبیری، جمیل "بلوچی لوک کہانیاں" 1985ء لوک ورثہ اشاعت گھر، اسلام آباد، ص،۱۸

۲۸۔ سوہدروی، کامران اعظم، تاریخ بلوچستان، 2011ء مشتاق بک کارنر لاہور، ص،۲۹

29. Gichki, Nematullah`` Baloch in search of Identity``, 2015, London Paris wrighely`s Washington, p.40

۳۰۔ مری، ڈاکٹر شاہ محمد "بلوچ قوم عہد قدیم سے ریاست کی تشکیل تک" 2013ء اردو بک پوائنٹ کراچی، ص،۱۶۱

۳۱۔ رومان، پروفیسر انور، "آئینہ بلوچ"، 1969ء قصر ادب جگووالہ ملتان، ص،۲۸

۳۲۔ احمد زئی، میر نصیر خان "تاریخ بلوچ و بلوچستان" (1993ء) بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، ص،۹۵

۳۳۔ خان، صادق علی "چاکر اعظم"، 2013ء، سٹی بک پوائنٹ کراچی، ص،۹۴

34. Harrison, Selig, ``The Afghanistan`s Shodow Baloch Nationalism and soviet, 1981, templations publisher by cormegic Endowment for international peace, P.24

۳۵۔ احمد زئی، میر نصیر خان، ۱۹۹۳، ص،۹۴

۳۶۔ سوہدوی، کامران اعظم "تاریخ سندھ"،، 2012ء، سٹی بک پوائنٹ کراچی، ص،۶۸۷

۳۷، شاہوانی، اثیر عبد القادر "بلوچستان کی نامور ہستیاں"، 2014ء نیو کالج پبلیکیشنز کوئٹہ، ص،۱۳

38. Baloch, Ayub``Sibi Ancient Culture space Balochistan today, 2007, Quetta,p.27

۳۹۔ سوہدوی، کامران اعظم "تاریخ سندھ"،، 2012ء، سٹی بک پوائنٹ کراچی، ص،۶۸۷

۴۰۔ شاہوانی، اثیر عبد القادر، ۲۰۱۴، ص،۱۳

۴۱۔ شاہوانی، اثیر عبد القادر، ۲۰۱۴، ص،۱۴

۴۲۔ خان، صادق علی، ۲۰۱۳، ص،۹۳

۴۳۔ احمد زئی، میر نصیر خان، ۱۹۹۳، ص،۹۵

۴۴۔ خان، صادق علی، ۲۰۱۳، ص،۹۵

۴۵۔ خان، صادق علی، ۲۰۱۳، ص،۹۳

46. Baloch, Ayub,2007, P.27

۴۷۔ مری, میر خدا بخش "ازمنہ بلوچ تاریخ وروایات" کوئٹہ، ص،۹۶

48. Harrison, Selig, 1981, p.26

۴۹۔ مری, میر خدا بخش، ص،۱۸۱

۵۰۔ سوہدوی، کامران اعظم، ۲۰۱۲، ص،۶۸۷

۵۱۔ میکلیگن ای ڈی "ذاتوں کا انسائیکلوپیڈیا" 2008ء بک ہوم لاہور، ص،۶۶

۵۲۔ مری، ڈاکٹر شاہ محمد، ۲۰۱۳، ص،۱۶۰

۵۳۔ مری، ڈاکٹر شاہ محمد، ۲۰۱۳، ص،۱۵۲

۵۴۔ مری، ڈاکٹر شاہ محمد، ۲۰۱۳، ص،۱۶۰

۵۵۔ پروفیسر عزیز محمد بگٹی "تاریخ بلوچستان شخصیات کے آئینے میں،، 1985ء ایم ایم ٹریڈرز کوئٹہ، ص،۱۵۱

۵۶۔ صادق علی بلوچ، "تاریخ بلوچستان"، 2009ء نصر تخلیقات لاہور، ص،۱۵۶

۵۷۔ طاہر پروفیسر ڈاکٹر سیمی نغمانہ "بلوچستان میں ابلاغ عامہ" 2006ء مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ص،۵۷

۵۸۔ واحد بزدار، "قدیم بلوچی شاعری کا تنقیدی جائزہ"، 1998ء، اسلام آباد، ص،۱۱

۵۹۔ قیصرانی، پروفیسر محمد اشرف شاہین، ۱۹۹۴، ص،۹۷

۶۰۔ رمضان ملک محمد "ثقافت وادب وادی بولان میں" 2013ء نظامت ثقافت حکومت بلوچستان، ص،۹۵

۶۱۔ صادق علی بلوچ، "تاریخ بلوچستان"، 2009ء نصر تخلیقات لاہور، ص،۱۵۱

۶۲۔ صادق علی خان، ۲۰۰۹، ص،۱۵۴